شاہ بلیغ الدین

علمِ فقیہہ و حکیم، فقرِ مسیح و کلیم

(حیاتِ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ)

یمن کے ساحل سے ایک کشتی چلی۔ کوئی پچاس آدمی اس میں سوار تھے۔ بادبان تانے گئے۔ چپو ہاتھ میں لیے ملاح بیٹھ گئے۔ کنارے کنارے چلے کہ ہر طرح کے خطرات سے بچتے اپنی منزلِ مقصود پہ پہنچ جائیں۔ ان کی منزل تھی سرزمین مکہ!

کہاں سے کہاں

لنگر اٹھا کر تھوڑی دور یہ بادبانی کشتی سمندر میں گئی تھی کہ باد و باراں کے جھکڑ چلے اور سینۂ سمندر پر لہروں میں ہیجان بپا ہوگیا۔ کشتی ہچکولے کھانے لگی۔ آپ ہی اٹھتی، آپ ہی گرتی موجوں کے سہارے ہوا کے زور اور پانی کے بہاؤ پر نکل گئی۔ نہ سمت برقرار رہی نہ چپو چل سکے۔ ناچار ناخدا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے۔ قسمت کے سہارے اللہ کے بھروسے کشتی بڑھتی رہی۔ آگے چلتی رہی۔ کچھ دنوں بعد زمین دکھائی دی۔ کنارا آیا تو مسافر اللہ کا شکر ادا کرکے اتر پڑے یہ وہ جگہ تو نہ تھی جس کا انتظار تھا مگر زندگی اور موت کی کشمکش کے بعد یہ ساحل بھی منزل ہی کی طرح محبوب نظر آیا۔

یہ مسافر، مسافرانِ راہِ خدا تھے۔ سمندری راستے سے یمن کے اشعری قبیلے کے لوگوں کو ساتھ لے کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ چلے تھے کہ سب کو مشرف بہ اسلام کرا لائیں لیکن بارگاہِ نبویؐ کے بجائے یہ لوگ طوفان باد و باراں کی وجہ سے دربارِ نجاشی میں پہنچ گئے۔ حضرت عثمان رضؓ اور دوسرے مظلوم مسلمان جو یہاں ہجرت کرکے آئے تھے ابھی تک وہیں تھے۔ وہ بھی مقصد کے دیوانے تھے یہ بھی مقصد کے دیوانے سب مل کر ایک ہی جگہ رہنے لگے۔ پھر جب ۷ھ ہجری میں حضرت جعفر رضؓ سب مسلمانوں کو لے کر حبشہ سے نکلے کہ مدینہ جا کر رہیں تو یمن کے اشعری قبیلے کے لوگ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔

خیبر فتح ہوگیا تھا۔ اس خوشی کے موقع پر حضرت جعفر رضؓ اور ان کے ساتھی پہنچے۔ بخاری میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی غنیمت میں سے حضرت ابو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کو بھی حصہ دیا۔ آپ نے طفیل بن عمرو رضؓ دوسی اور ان کے ساتھیوں کو بھی اس غنیمت سے حصہ دیا تھا۔ حالانکہ خیبر کی غنیمت بیعتِ رضوان

© rasailojaraid.com

والوں کے لیے مخصوص تھی کیونکہ مسلمان جب خیبر کی لڑائی پر نکل رہے تھے تو حکم ہوا تھا کہ صرف وہی لوگ سا
چلیں جو صلح حدیبیہ کے موقع پر ساتھ تھے۔

جذبِ مسلمانی

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ بہت پہلے ایمان لا چکے تھے۔ مکہ کا قبیلۂ عبدِ شمس بن
اشعریوں کا دوست تھا۔ حضرت ابو موسیٰؓ ایک بار مکہ آئے تو وہاں ایک نئے
کا چرچا سنا۔ لوگ نہ چاہتے تھے کہ ابو موسیٰ کے کان میں اس نئے دین کی بھنک پڑے۔ لیکن آس
میں سے آپ خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہو کر ایمان لے آئے۔ لوٹے تو اپنے گھرانے اور قبیلے
پھیلانے کی کوششوں میں لگ گئے۔ یہ اسی کوشش کا نتیجہ تھا کہ اشعری قبیلے کے پچاس افراد جو ا
آئے تھے اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئیں اور مدینے میں رہ گئیں۔

فتح مکہ اور حنین کی لڑائی کے موقع پر حضرت ابو موسیٰؓ ساتھ تھے۔ تبوک کی مہم میں بھی انہیں
سعادت نصیب ہوئی۔ حجۃ الوداع کے موقع پر بھی وہ شریک رہے۔ اس فرض کی ادائیگی کے لیے وہ
سے آئے تھے۔

عہدِ نبوی ہی میں حضرت ابو موسیٰؓ کو خدا نے بڑی عزت دی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے ساتھ وہ
کے گورنر بنائے گئے۔ ہوا یوں کہ تبوک کی مہم سے لوٹ کر ایک دن ابو موسیٰؓ اپنے دوستوں کے ساتھ بیٹھے
تھے کہ سب کا خیال ہوا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہیے۔ کل تین آدمی بارگاہِ نبویؐ
پہنچے ـــــ ایک ابو موسیٰؓ دو ان کے دوست! بخاری میں ہے جس وقت یہ لوگ پہنچے حضورِ اکرم صلی
علیہ وسلم مسواک کر رہے تھے۔

خطا اور عطا

حضرت ابو موسیٰؓ کو معلوم نہ تھا کہ ان کے دوستوں نے کیوں رسالتِ پناہ صلی اللہ علیہ و
خدمت میں جانے پر اصرار کیا تھا۔ وہاں پہنچے تو اُن کے دل کا بھید کھلا۔ انہوں نے
کہا کہ ـــــ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں کوئی عہدہ عنایت ہو!

حضرت ابو موسیٰؓ نے دیکھا اللہ کے رسولؐ کا ہاتھ رک گیا، مسواک ٹھہر گئی، آپؐ نے
زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا ـــــ ابو موسیٰ! ابو موسیٰ!!

حضرت ابو موسیٰؓ گھبرائے۔ دوستوں کی اس درخواست پر انہیں سخت خفت ہوئی۔ گزارش کی کہ
یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں نہ جانتا تھا یہ لوگ
کیا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰؓ خود رئیس تھے۔ قبیلے کی سرداری کے فرائض انجام دیتے تھے لیکن
نے کبھی ایسی کوئی درخواست نہ کی تھی نہ کبھی اشارۃً کنایۃً کسی عہدے کے خواہاں ہوئے تھے۔ ز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الت سے ارشاد ہوا ـــــ جو کوئی خود سے کسی عہدے کی خواہش کرے گا اس کو ہرگز اِس عہدے پر مامور نہ
یں گا! اس اشارے کے بعد آپ حضرت ابو موسیٰ رض کی طرف پلٹے۔ فرمایا ـــــ البتہ ابو موسیٰ رض تم یمن جاؤ
نے تمھیں یمن کا عامل مقرر کیا یعنی گورنر۔ اللہ کے رسول نے صحابۂ کرام سے اکثر یہ ارشاد فرمایا کہ۔ عہدہ پیش
یا جائے تو اس میں اللہ کی مدد بھی شامل حال نہیں ہے۔ جو عہدہ مانگ کر لیا جائے وہ اللہ کے رسول کی پسند نہ تھا۔
ح یہ حقیقت دنیا پر عیاں ہے کہ مانگ کر عہدہ لینے والا اکثر اپنے عہدے سے انصاف نہیں کرتا۔ وہ اس سے
ائز فائدہ اٹھاتا ہے۔ مغربی جمہوریت پر سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ اس میں عہدے کے لیے اپنے
ب کو پیش کرنا پڑتا ہے۔ اسلام اپنے اصول اخلاص، ایمان اور آگہی کے اصول پر بنتا ہے۔ اسلامی نقطہ
رسے عہدہ اللہ اور اس کے بندوں دونوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہی بات صدیق اکبر نے اپنے پہلے
اری بیان میں فرمائی تھی کہ اگر میں اپنی ذمہ داری پوری نہ کروں تو مجھے تلوار سے ٹھیک کر دو۔ تلوار سے
ل کرنا یعنی مواخذہ کرنا اسلام کا سب سے بڑا اصول حکمرانی ہے۔

یمن پر حاکم بن کر سب سے پہلے حضرت علی رض تشریف لے گئے تھے اُنہی کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رض کو بھیجا
تھا۔ حجۃ الوداع میں شرکت کرنے آئے تو حضرت علی رض پھر واپس نہیں بھیجے گئے۔ یمن کو دو حصوں میں تقسیم کیا
تھا۔ یمن بالا جس میں عدن کا علاقہ شامل تھا اور یمن زیریں۔ یمن بالا پر حضرت معاذ بن جبل رض اور یمن زیریں پر حضرت
وسیٰ رض گورنر بنائے گئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول انتظامی امور کو چھوٹے سے چھوٹا رکھنا چاہتے
۔ یہی ارشاد آپ کا بندوں اور بستیوں کے بارے میں بھی تھا۔ انہیں زیادہ پھیلنے نہ دیا جائے۔ بلکہ آبادی بڑھنے
و نئے شہر بسائے جائیں نئے ضلعے نئے صوبے بنائے جائیں تاکہ آبادیاں قائم کرنے میں مشکل نہ آن پڑے
م کو آسانی سے انصاف ملے شہر، ضلع اور صوبے چھوٹے رہیں تو انتظامیہ کی گرفت مضبوط رہتی ہے۔ لوگ بھی
ل کے رہتے ہیں اور ایک دوسرے پر نظر رکھتے ہیں۔ اب پھر تعلیم، صحت آمد و رفت پینے کے پانی اور
سرے سماجی معاملات میں سہولت حاصل رہتی ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں بھی بہ سہولت میسر ہوتی ہیں۔

دونوں حاکم جانے لگے تو ارشاد ہوا کہ ـــــ وہاں کے لوگوں سے نرمی سے پیش آنا، سختی نہ کرنا، لوگوں
وش رکھنا، اُن کو اپنا مخالف نہ کر لینا اور آپس میں میل جول سے رہنا! ـــــ دونوں گورنروں کے لیے
ابطۂ حکومت تھا۔ لوگوں کو خوش رکھنا تاکہ اُن کو جان و مال کا تحفظ ملے۔ روزگار میسر ہو اور مہنگائی
ہو۔ انصاف آسان اور سستا ہو۔

ورنری

حضرت ابو موسیٰ اشعری رض عہد نبوی میں کیا گورنر مقرر ہوئے گورنر ہی گورنر رہے۔ حتیٰ کہ حضرت
عمر رض کے دور میں ایک بار جہاد کا اعلان عام ہوا تو یمن کے دور دراز علاقے سے بھی مسلمان

© rasailojaraid.com

جوق در جوق اس میں حصہ لینے مدینہ پہنچنے لگے۔ ایک دن امیر المومنین کے ملاحظے میں ایک درخواست آئی، استعفیٰ
تھا ــــ گورنر یمن کا اپنی خدمت سے استعفیٰ ــــ یہ بڑے منتظم اور بڑے اچھے گورنر کا استعفیٰ تھا۔ اس
لیے اس کے قبول کرنے میں امیر المومنین کو پس و پیش تھا لیکن جو وجہ گورنری چھوڑنے کی لکھی گئی تھی اسے دیکھ کر اسے
قبول کرتے ہی بنی۔ حضرت ابو موسیٰ نے لکھا تھا کہ ــــ سلطنتِ عجم سے ٹکر لینے کے لیے اللہ والے
نکلنے والے ہیں۔ اللہ کی راہ میں جہاد پر نکلنا امیرِ صوبہ بن کر بیٹھنے سے کہیں بڑھ کر ہے اس لیے میں
یمن کے صوبے کی گورنری سے الگ ہونے کی مجھے اجازت دی جائے۔ میں میدانِ جہاد میں نکلنا
چاہتا ہوں۔

فقرِ مسیح و کلیم

منصب ہاتھ میں ہو تو کوئی چھوڑتا ہے؟ کرسی کا سحر تو معاذ اللہ بڑا کافر سحر ہوتا ہے یہ جب
ایک بار سر چڑھتا ہے تو پھر اترتا نہیں۔ یہ تو بڑے ظرف اور للہیت کی بات تھی کہ انہوں
نے کرسی چھوڑی اور پھر کسی فائدے کے لیے نہیں بلکہ اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے! سچ تو یہ ہے کہ یہ
للہیت تھی کہ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے عجم کی تین ہزار سالہ پرانی اور دنیا کی عظیم الشان سلطنت کا تختہ الٹ
دیا۔ ورنہ مسلمانوں کے پاس تھا کیا؟ نہ ساز و یراق نہ مال و منال! چیتھڑے لگی قبائیں پیوند زدہ عبائیں جسم پر، کسی کا
گھوڑا تھا تو زرہ نہیں، زرہ تھی تو ڈھال نہیں تھی۔ کسی کو تیر و کمان کے لالے تھے کسی کو برچھی بھالے کے، لیکن
ہر ایک سر سے کفن باندھ کر نکلا تھا۔ ملت کی عزت و سربلندی کے لیے جان حاضر تھی۔ یہ بڑے پاک نفس،
پاک دل اور پاکباز مجاہد تھے۔ کشمیر کا چپہ چپہ آج پکار رہا ہے کہ وہ پاک دل و پاکباز مجاہد کہاں!

یہی مثال دیکھ لیجیے کہ عزت و اقتدار کے کس بلند منصب کو چھوڑ کر ابو موسیٰؓ دکھ سہنے، مصیبتیں اٹھا
اللہ کی راہ میں اپنا خون بہانے نکلے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ ــــ خدا کی قسم! ہمیں قادسیہ کے
مجاہدین میں ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جس نے آخرت کے ساتھ دنیا بھی طلب کی ہو! دنیا کا خیال ہوتا تو ابو
گورنری کو لات ہی کیوں مارتے! یہاں تو بس ایک ہی جذبہ ذہن و دماغ پر حاوی تھا کہ ــــ ملت پر وقت پڑا
ہمیں اپنی جان و مال سے کام آنا چاہیئے!

جو لوگ عراقِ عجم کی فتح پر نکلے تھے ان کے بارے میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اس معرکے کے سپہ
کہا کرتے تھے کہ ــــ واللہ! لشکر کا لشکر ایمان دار ہے! اگر اصحابِ بدر کو ایک خاص فضیلت حاصل نہ
تو میں کہتا یہ لوگ جنگِ بدر میں شریک ہونے والوں کے ہم رتبہ ہیں۔ حضرت سعدؓ نے اس بات میں کوئی مبالغہ
کیا، ایک حضرت ابو موسیٰؓ ہی کا جذبۂ اخلاص اور ایمان اس کا ثبوت ہے۔

حضرت سعدؓ کے لیے حضرت ابو موسیٰؓ کا ساتھ بڑے کام کا نکلا۔ اس علاقے کی بعض مہموں،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ں سالارِ لشکر بنا کر بھی بھیجا گیا۔ دجلہ اور فرات کا درمیانی علاقہ الجزیرہ انہیں کے ہاتھوں پر فتح ہوا۔ یہ ۱۷ھ ہجری
ت ہے۔ اس وقت تک کوفے اور بصرے کی بنیاد پڑ چکی تھی اور انہیں صوبے کے صدر مقام کی حیثیت دے
گئی تھی۔

دی | یعنی سلطنتِ ایران کی عراقِ عجم کی فتوحات کے بعد حضرت عمرؓ کو اچھے منتظموں کی ہمیشہ تلاش رہتی تھی
الجزیرہ کی فتح کرتے ہی حضرت عمرؓ نے ایک فرمان جاری کیا۔ یہ بصرہ کے نئے گورنر کے بارے
تھا۔ اہلِ بصرہ نے یہ فرمان سنا تو اس میں لکھا تھا کہ ــــ بصرے والو! سن لو کہ میں نے ابوموسیٰؓ کو تم پر
بنا کر بھیجا ہے تاکہ قوی سے کمزور کو حق دلائیں۔ تمہاری حفاظت میں، تمہارے دشمنوں سے لڑیں۔ ذمیوں
اقلیت کے حقوق کی حفاظت کریں اور تمہارے صوبے کی تمام آمدنی کا تم کو حساب دیں۔ پھر اس کو تم میں
م کریں، حق کے مطابق اور تمہارے راستوں کو تمہارے لیے صاف رکھیں۔ اسلام کے اصولِ حکمرانی سیدھے
، اللہ کے آگے جوابدہی اور بھلائی پر مشتمل ہیں۔ پاکستان کے شہر ٹیکسلا میں پیدا ہونے والا چانکیہ یورپ
کیاولی ایران کا بزرجمہر انتقامی سیاست اور اقتدار بچانے کی بات کرتے ہیں۔ اسلام اقتدار کی حفاظت
ہیں، انصاف کی حفاظت پر زور دیتا ہے۔

بصرہ پر حضرت ابوموسیٰؓ امیر بن کر رہے تو حال یہ تھا کہ لوگ ان کی محنت، اخلاص اور دیانت کی وجہ
سے ان کے گرویدہ ہو گئے تھے۔ وہ دل کے کھرے اور کام کے دھنی تھے۔ دور دور تک ان کی فرض شناسی
دھوم تھی۔ بے غرض اور للہیت کا شہرہ تھا۔ انصاف کے پکے اور سرکاری خزانے کے رکھوالے
ے۔ ۲۲ھ ہجری میں کوفے پر نئے گورنر کا تقرر کرنا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کوفہ والوں سے پوچھا ــــ تم
ں کو اپنا والی بنانا چاہتے ہو؟ لوگوں نے بے اختیار حضرت ابوموسیٰؓ کا نام لے دیا اور اس بات پر اتنا
ار کیا کہ حضرت عمرؓ کو انہیں وہاں بھیجنا ہی پڑا حالانکہ وہ اس وقت بصرہ کے والی تھے۔

بصرے کی گورنری کے زمانے ہی میں حضرت ابوموسیٰؓ نے خوزستان کا صوبہ فتح کیا اور نہاوند کی
ئی میں حضرت نعمان بن مقرنؓ کے ساتھ شریک رہے۔

کوفے کے والی کی حیثیت سے انہوں نے اصفہان پر فوج کشی کی اور اسے فتح کیا۔ صاحبِ مشکوٰۃ
نا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں کچھ دن بصرے کے گورنر رہ کر وہ گھر بیٹھ گئے اور اللہ اللہ کرنے
ے۔ پہلے کوفے میں رہے پھر شام کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں جا کر گوشہ نشین ہو
ئے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علم فقیہہ وحکیم

چھوٹا سا قد تھا دبلے پتلے آدمی تھے لیکن اس دھان پان آدمی کو اللہ نے ...اعا
تھا۔ حضرت اسودؓ ایک تابعی بزرگ کہا کرتے تھے کہ ـــ میں نے ...
حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ سے زیادہ کسی کو صاحبِ علم نہیں دیکھا۔

حضرت علیؓ کا ارشاد تھا ـــ ابوموسیٰؓ سرتاپا علم میں رنگے ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ... اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے انہیں بڑی محبت تھی، یہ محبت اُن کے غیر معمولی علم کی بنا پر تھی۔

حضرت معاذؓ اور حضرت ابوموسیٰؓ کا یمن میں بڑا ساتھ رہا۔ دونوں یمن کے دو حصوں کے گورنر ... جب گورنر بنا کر بھیجے گئے تو حضور رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا کہ ـــ آپس میں مل ج... دونوں شیر و شکر بن کر رہے۔ انتظامی معاملوں میں بھی ایک دوسرے کو مشورہ دیتے اور علمی معاملات میں ... دوسرے کو فائدہ پہنچاتے۔ بعض اوقات حضرت عبداللہ بن مسعود بھی ان کے ساتھ ہو جاتے۔ تینوں بزرگو... محفل جمتی اور فقہی مسائل پر خوب خوب بحثیں ہوتیں۔ حتیٰ کہ مسئلہ چھن کر سامنے آجاتا۔ کبھی حدیثوں ... ہوتا۔ سننے والے جھولیاں بھر بھر کر اُٹھتے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ علم و حکمت کا ستون تھا۔ حضرت ابوموسیٰ کے علمی پائے کا اندازہ صرف اُس ایک بات سے ہو سکتا ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ح... مبارکہ ہی میں انہیں یہ اجازت دے رکھی تھی کہ وہ فتوے دیا کریں۔ تذکرۃ الحفاظ میں ہے کہ عہدِ رسالت ... یہ فضیلت صرف چھ صحابہ کو عطا فرمائی گئی تھی۔

حضرت ابوموسیٰؓ علم کے پھیلانے کو ایک فریضہ سمجھتے تھے۔ کہتے ـــ دوستو! زندگی کا اصول ... چاہیئے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی پوری کوشش کی جائے۔ جو کچھ خود کو معلوم ہے دوسروں کو بتاؤ اور علم کو عام کرو!۔

ابنِ سعدؒ لکھتے ہیں کہ ایک موقع پر بہت سے لوگ جمع تھے۔ حضرت ابوموسیٰؓ خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو فرمایا ـــ جس شخص کو خدا علم دے اُس کو چاہیئے کہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اس کی تعلیم دے ... ہاں ایک بات یاد رکھو! جو بات معلوم نہ ہو اُس کے بارے میں کبھی ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالنا! وہ ہمیشہ ... کرتے کہ جس حد تک لوگوں کو فائدہ پہنچا سکیں پہنچائیں۔ راستہ چلتے ہوتے اور لوگوں کو اکٹھا دیکھتے تو ... جاتے اور ایک نہ ایک حدیث انہیں سناتے۔ قرآن حکیم کی یہی تعلیم ہے۔ قولوا للناس حسناً۔ نرمی سے بات ... دین کے پھیلانے کا اللہ کے رسول نے حکم دیا ہے۔ میری باتیں دوسروں تک پہنچاؤ۔

مسلم میں ہے کہنے سننے کا طریقہ بڑا نرم تھا۔ کوئی شخص نادانی سے کبھی کچھ کہہ بیٹھتا یا کسی بات پر ... کر دیتا تو صبر سے سنتے اور بڑی محبت سے اُسے سمجھاتے۔ قرآن حکیم نے حکمت اور سمجھداری سے دین کی تلقین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ستہ دکھایا ہے۔ اللہ کے رسول خود اس کا بہترین نمونہ تھے۔ صحابۂ کرام آپ کے تربیت یافتہ تھے۔

نمہ اللہ ہو

اللہ نے آواز میں بڑا رس دیا تھا۔ تجوید کے ماہر تھے۔ ماہر کیا اِس علم کے بانیوں میں سے تھے۔ اُن کی زبان سے کلام اللہ کی تلاوت سننے کے لیے صحابۂ کرام بے چین رہا کرتے تھے

طبقات میں ہے ابو عثمان کہتے تھے ـــــ ابو موسیٰ رضؓ ہمارے ساتھ نماز پڑھتے تھے اُن کی آواز کا کیا کہنا!
ا سریلی اور دلکش آواز تھی کہ چنگ ورباب میں بھی وہ لحن نہ ہوگا۔ کبھی کبھی حضرت عمر رضؓ اپنے دوست کے پاس
تے اور فرماتے ـــــ ابو موسیٰ رضؓ ذرا اللہ تعالیٰ کی یاد تو دلاؤ! یہ فرمائش ہوتی کہ قرأت سناؤ۔ حضرت ابو موسیٰ رضؓ
وت کرتے تو سماں بندھ جاتا۔ تن بدن کا ہوش نہ رہتا، معلوم ہوتا کہ وقت کا دھارا رک گیا ہے، ہوائیں تھم
ہیں۔ یہ ایسا بڑا کمال تھا کہ حسنِ قراءت کے اس وصف کی وجہ سے بڑے بڑے صحابۂ کرام حضرت ابو موسیٰ رضؓ
یر معمولی احترام کرتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضؓ ایک مرتبہ حضرت عمر رضؓ کے پاس آئے۔ حضرت ابو موسیٰ رضؓ ہی نے انہیں کسی کام سے
المومنین کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے پوچھا ـــــ ابو موسیٰ رضؓ کس حال میں ہیں؟ حضرت انس رضؓ نے جواب
لہ ـــــ لوگوں کو قرآن پڑھاتے ہیں! حضرت عمر رضؓ بے اختیار بولے ـــــ بڑے بلند مرتبہ آدمی ہیں! پھر حضرت
رضؓ سے فرمایا کہ ـــــ یہ میرا تعریفی جملہ اُن کے سامنے نہ کہنا!

ایک بار عشاء کا وقت تھا مسجدِ نبوی آئے۔ جماعت ہو چکی تھی۔ خود نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے۔ ایک دو
آیتیں تلاوت کی ہوں گی کہ معلوم ہوا صوتِ سرمدی کی گونج ہے۔ مسجد سے لگے ہوئے امت کی ماؤں کے حجرے
ے۔ ابنِ سعد لکھتے ہیں امہات المومنین اپنے اپنے حجروں کے دروازے پر آ کر کھڑی ہو گئیں۔ حال یہ تھا جب
تلاوت ہوتی رہی کسی نے اپنی جگہ سے ذرا حرکت نہ کی۔ ایسا ہی ایک اور موقع تھا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ رضؓ
نہ تھیں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ حجرے سے برآمد ہوئے تو حضرت ابو موسیٰ رضؓ
ت کر رہے تھے ایسا لحن تھا کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔ ام المومنین ساتھ کھڑی رہیں
پر قرآن اترا تھا اُس کی محویت اور اِس درجہ محویت کو ام المومنین دیکھتی رہیں۔ کون جانے کس کیف و جذب و
کے لمحات ہوں گے۔

حاکم نے لکھا ہے صبح حضرت ابو موسیٰ رضؓ حاضرِ خدمت ہوئے تو خاص طور پر ارشاد ہوا کہ ـــــ ابو موسیٰ رضؓ کل
ن پڑھ رہے تھے۔ ہم نے تمہاری قرأت سنی! ابو موسیٰ رضؓ بولے ـــــ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے آپ کی موجودگی کا علم ہو جاتا! کاش میں کچھ اور اچھی طرح پڑھ سکتا۔ کاش میں اپنی قرأت اور لمبی کر لیتا!
ادتھا کہ ـــــ ابو موسیٰ رضؓ کو لحنِ داودی سے حصہ ملا ہے! اللہ رے خوش نصیبی!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com